آثار عمرین پر ایک نظر

(۷)

جناب محمد اجمل اصلاحی ندوی استاذ ادب مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڈھ

(۲۸) جاحظ نے البیان والتبیین میں حضرت حسن بصریؒ کے مواعظ بھی نقل کئے ہیں۔ ایک وعظ میں آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول پیش کیا ہے اور اس قول کے بعد کچھ باتیں اپنی طرف سے بھی ہیں لیکن ڈاکٹر خالدی صاحب نے ان تمام جملوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال میں شمار کیا ہے حالانکہ کم از کم آخری جملہ کے بارے میں جو "یا ابن آدم" سے شروع ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب کو یہ سمجھنا چاہئے تھا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ حضرت حسن بصریؒ کا ایک معروف اسلوب ہے، خود اسی وعظ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے پہلے تین بار "یا ابن آدم" آیا ہے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:۔

تهاديتم الاطباق ولم تتهادوا النصائح
قال ابن الخطاب: رحم الله امرأً أهدى
الينا مساوينا اهدوا الجواب فانكم
مسئولون، المومن لم ياخذ دينه عن
رايه، ولكن أخذه من قبل ربه۔
ان هذا الحق قد جهد اهله و
حال بينهم وبين شهواتهم، وما يصبر

تم ایک دوسرے کو تھالیوں کا ہدیہ کرتے ہو، نصیحتوں کا ہدیہ نہیں کرتے حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے، اس شخص پر خدا کی رحمت ہو جو ہم کو ہمارے عیوب ہدیہ میں بھیجے کہ جواب تیار رکھو اس لئے کہ باز پرس ہوگی مومن دین میں اپنی رائے کو دخل نہیں دیتا بلکہ اپنے رب کی مرضی پر چلتا ہے، بلاشبہ حق نے اہل حق کو مشقت میں ڈالا اور ان کے اور انکی خواہشات کے درمیان حائل ہو گیا حق پر وہی

(۱) صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ج ۲ ص ۱۵۸

علیه الا من عرف فضله ورجا عاقبته، فمن حمد الدنیا ذم الآخرة، ولیس یکره لقاء الله الا مقیم علی سخطه۔

یا ابن آدم! الایمان لیس بالتحلی ولا بالتمنی ولکنه ما وقر فی القلب وصدقته الاعمال (ج ۳ ص ۱۳۲)

ثابت قدم رہ سکتا ہے جو اسکی فضیلت سے واقف ہو اور اسکے ثواب کا امیدوار، جو دنیا میں عیش کرے گا وہ آخرت میں دکھ اٹھائیگا، اللہ کی ملاقات کو وہی ناپسند کرتا ہو جو اسکی ناراضگی پر اڑا ہو۔

اے ابن آدم! ایمان زینت و آرائش اور خام خیالی کا نام نہیں بلکہ ایمان وہ ہے جو دل میں جاگزیں ہو اور اعمال سے اس کی تصدیق ہو۔

سیاق خود دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول صرف "رحم اللہ امرءا اهدی الینا مساوینا" ہے جسے حضرت حسن بصریؒ نے مندرجہ بالا عبارت کے پہلے جملہ کی تشریح و تائید کے طور پر ذکر کیا ہے، اور اس کے بعد کی تمام عبارت دراصل حضرت حسنؒ کے حکیمانہ وعظ سے متعلق ہے چنانچہ صفة الصفوة میں تصریح ہے کہ "ان هذا الحق الخ" حضرت حسنؒ کا قول ہے۔ نیز جن مراجع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقوال و آثار مذکور ہیں ان میں "رحم اللہ الخ" کا جملہ تو ملتا ہے مگر اس سے ملحق جملے نہیں ملتے (صفة الصفوہ ص ۱۵۸ جلد ۳)

---

(۲۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مشہور خطبہ ہے جو لفظوں کے معمولی اختلاف کے ساتھ اکثر مراجع میں آیا ہے (۱) ہم یہاں البیان والتبیین سے اس خطبہ کا ابتدائی حصہ نقل کرتے ہیں جس کے ترجمہ میں ڈاکٹر صاحب نے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔

"ایها الناس انه اتی علی حین وانا احسب ان من قرأ القرآن انه یرید به الله وما عنده، الا وقد خیل الیّ ان اقواما یقرؤن القرآن یریدون به ما عند الناس، الا فاریدوا الله بقراءتکم واریدوه باعمالکم، فانما کنا نعرفکم اذ الوحی ینزل واذ النبی صلی الله علیه وسلم بین اظهرنا. فقد رفع الوحی وذهب النبی صلی الله علیه و

---

(۱) مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۴۱، کنز العمال ج ۲ ص ۱۴۷، صبح الاعشیٰ ج ۲ ص ۱۳، العقد الفرید ج ۳ ص ۱۳۱، شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲ ص ۶۲۲

فانما اعرفکم بما اقول لکم الا فمن اظهر لنا خیرا ظننا بہ خیرا، واثنینا بہ علیہ ومن اظہر لنا شرا ظننا بہ شرا وابغضناہ علیہ" (البیان ج ۳ ص ۱۳۶)

ڈاکٹر خالدی صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہے:

"لوگو! سنو! مجھ پر ایسا وقت آتا ہے جب میں خیال (یقین) کرتا ہوں کہ جس شخص نے قرآن پڑھا وہ اس کے ذریعہ اللہ اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے اس کا طلب گار رہا۔ مجھے فی الواقع ایسا خیال گزرا ہے کہ لوگ قرآن کو اسی لئے پڑھتے ہیں کہ اس کے ذریعہ وہ سب کچھ حاصل کریں جو اللہ (بہ غالباً کتابت کی غلطی ہے "اللہ" کی بجائے "انسانوں" ہونا چاہیئے اصلاحی) کے یہاں ہے تم قرآن خوانی کے ذریعہ اللہ کے طلب گار ضرور رہو اور اپنے اعمال کے ذریعہ بھی اسی کے طالب رہو"

"ہم تم کو اس وقت سے جانتے ہیں جب کہ وحی نازل ہوتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود تھے۔ اب وحی کا نزول بند ہو گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزر گئے، اب میں تم سے اسی طرح واقف ہوں جیسا کہ میں نے کہا۔ آگاہ رہو! جس نے ہم سے بھلائی ظاہر کی ہم اس کے متعلق اسی طرح نیک گمان رہیں گے اور اس کی ستائش کریں گے اور جس نے ہم سے برائی ظاہر کی ہم بھی اس کے متعلق بدگمان رہینگے اور برائی کے سبب اس سے بیزار رہیں گے۔"

(اثر یٰ ۷۹ شمارہ اگست ۱۹۷۵ء)

اس خطبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافقین کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ماضی اور حال یعنی عہد نبوی اور اسکے مابعد کے درمیان موازنہ کیا ہے، لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس پوری عبارت کو زمانہ حال سے متعلق کر دیا ہے جسکی وجہ سے خط کشیدہ جملوں کی معنویت غارت ہو گئی۔ پہلے فقرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ وہ بھی میری نگاہوں سے گزرا ہے جب میں سمجھتا تھا کہ جو شخص بھی قرآن پڑھتا ہے وہ صرف اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی کی خاطر پڑھتا ہے (یعنی عہد نبوی میں) لیکن اب یہ گمان ہوتا ہے کہ کچھ لوگ نام و نمود اور مادی منفعت کی غرض سے قرآن پڑھتے ہیں (دوسری روایت میں "یاخرہ" کی تصریح ہے) اس تبدیلی کے پیش نظر "الا" کے ذریعہ جس سے کسی اہم بات پر متنبہ کرنا مقصود ہوتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مخاطبین کو نصیحت کی کہ وہ تلاوت قرآن اور اپنے اعمال کا مقصد خدا طلبی قرار دیں۔

دوسرے فقرہ میں یہ فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف رکھتے تھے اور وحی کا سلسلہ جاری تھا تو ہم تمہیں پہنچان لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے ہم کو آگاہ کر دیتا تھا جن کے دلوں میں نفاق ہوتا تھا۔ لیکن اب جب کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود نہیں ہیں کسی کے دل کا حال معلوم نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے اب ہم تمہارے اعمال اور رویوں سے تم کو پہچانیں گے۔ جو شخص نیک کام کرے گا اسے نیک سمجھیں گے اور جو برا کام کرے گا اسے برا سمجھیں گے اور دلوں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کریں گے۔

ایک دوسری تقریر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی بات بڑے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں فرمائی ہے[1]

اسی تقریر کا ایک جملہ یہ بھی ہے (۲)

"ان ھذا الحق ثقیل مریئی، وان الباطل خفیف وبئ:

ڈاکٹر صاحب نے اس جملہ کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"یہ (کلام اللہ) حق ہے یہ (بظاہر) گراں بار (کڑوا) معلوم ہوتا ہے (مگر اس کا نتیجہ فوز و فلاح ہے) اور باطل خفیف اور زود اثر معلوم ہوتا ہے (مگر اس کا نتیجہ ناکامی و نامرادی ہے)"

یہاں قوسین کا مقصد ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ قوسین سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اصل متن میں اس کی تصریح نہیں ہے بلکہ سمجھانے اور مطلب کو واضح کرنے کے لئے قوسین سے مدد لی گئی ہے تاکہ ترجمہ اور مطلب میں امتیاز باقی رہے، گویا متن کا ٹھیک ترجمہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک یہ ہوا:

"یہ حق ہے، یہ گراں بار (کڑوا) معلوم ہوتا ہے اور باطل خفیف اور زود اثر معلوم ہوتا ہے"

---

(۱) تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۶ و شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲ ص ۶۳

(۲) نہج البلاغۃ میں یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے شارح ابن ابی الحدید نے اشارہ تک نہیں کیا کہ یہ جملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے حالانکہ وہ خود اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خطبہ نقل چکے ہیں جس میں یہ جملہ آیا ہوا ہے (شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲ ص ۶۳ و ج ۱۸ ص ۱۰۱۵)

ترجمہ کی پہلی غلطی یہ ہے کہ "ان ھذا الحق" کو مکمل جملہ قرار دے کر "یہ حق ہے" ترجمہ کیا گیا ہے اور "یہ" سے مراد کلام اللہ لیا گیا۔ یعنی اس جملہ میں کلام اللہ کے حق ہونے کو بتایا گیا ہے، حالانکہ یہاں حق باطل کے مقابلہ میں ہے اور "ھذا الحق" "ان" کا اسم ہے جس کی خبر "ثقیل مریئی" ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ "ثقیل" کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب نے "گراں بار" اور "مریئی" کا ترجمہ "کڑوا" کیا ہے۔ غالباً ڈاکٹر صاحب کو غلطی فہمی ہوئی "مریئی" کو انھوں نے "مر" سے ماخوذ سمجھا۔ حالانکہ "مریئی" کے معنی اس کے بالکل برعکس ہیں "طعام مریئی" لذیذ اور مفید کھانے کو کہتے ہیں جس کا صحت پر خوشگوار اثر پڑے۔ اس طرح "دبی" کا ترجمہ "زود اثر" غالباً اس اعتبار سے کیا گیا ہے کہ وبا کی طرح وہ تیزی سے پھیل جاتا ہے۔ حالانکہ "طعام دبی" اس کھانے کو کہتے ہیں جس سے بیماری پھیلے اور صحت اس سے متاثر ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زیر بحث جملہ میں "خفیف" "ثقیل" کے اور "دبی" "مریئی" کے مقابلہ میں آیا ہے۔ اگر "کڑوا" اور "زود اثر" کو نکال کر قوسین کے الفاظ اصل ترجمہ میں رکھ دیئے جائیں تو عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہو جائے گا۔ سادہ ترجمہ یہ ہوگا۔

"یہ حق بھاری ہے مگر اس کا انجام خوشگوار ہے، اور باطل ہلکا پھلکا ہے مگر اس کا انجام ناگوار ہے۔

---

(۳۰) حضرت عبدۃ بن بلال ثقفی رضی اللہ عنہ نے شب میں مسلسل قیام اور دن میں مسلسل روزہ رکھنے کا ارادہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے ان سے قسم لی کہ وہ مسلسل روزہ نہ رکھیں۔ اس موقع پر اصل عبارت اور اس کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ یہ ہے،

فبلغ ذالک عمر بن الخطاب فعزم علیہ — عبدۃ کا یہ قول عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو آپ نے سزا دینے کا ارادہ کیا (اثر ۸۲ شمارہ اگست ۱۹۷۵ء)

"عزم علیہ" کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب نے "سزا دینے کا ارادہ کیا" کیا ہے جو صحیح نہیں ہے،

"عزم بصلہ علی" قسم لینے کے معنی میں آتا ہے، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے قسم لی کہ وہ مسلسل سال بھر روزہ نہ رکھیں گے۔

---

(۲۱) ڈاکٹر صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک اثر کا ترجمہ کیا ہے، جس میں آپ نے اپنی تین پسندیدہ چیزوں کا ذکر کیا ہے یعنی جہاد، نماز اور نیک گفتار لوگوں کی ہمنشینی ترجمہ کے بعد ڈاکٹر صاحب نے یادداشت کے عنوان سے لکھا ہے:

"اس موقع پر تعجب نہیں کہ کسی کو طرفہ کی چار بیتیں یاد آگئی ہوں الخ" (اثر ۳۰ شمارہ ستمبر ۱۹۷۵ء)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا اثر اس سے پہلے ج ۲ ص ۲۲۴ پر گزر چکا ہے۔

وہاں اس کا سیاق ہی یہ ہے کہ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طرفہ بن العبد کے یہ اشعار سنائے جس میں اس نے زندگی کی تین لذتوں کا ذکر کیا ہے تو آپ نے بھی اپنی تین پسندیدہ چیزوں کا اظہار کیا۔

---

(۲۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"الا ادرکت انا ولا انت زمانا یتغایر الناس فیہ علی العلم کما یتغایرون علی الازواج" (البیان ج ۳ ص ۲۰۲)

ڈاکٹر صاحب نے اس اثر کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"میں نے وہ زمانہ پایا نہ تم نے جبکہ لوگ علم پر اس طرح غیرت کریں ۔ علم کو محفوظ رکھیں ۔ جس طرح کہ وہ اپنی بیویوں پر غیرت کرتے ہیں ۔ غیر محرموں سے ہر طرح ناموس محفوظ رکھتے ہیں۔" (اثر ۸۵ شمارہ ستمبر ۱۹۷۵ء)

ترجمہ کے بعد "تنبیہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"نظر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نااہلوں کو صرف بنیادی علم سکھانا چاہئے۔ تفصیل میں

جانا مناسب نہیں"۔

رقم الحروف کے نزدیک یہ اثر کتمان علم سے متعلق ہے اور اس کی تشریح ڈاکٹر صاحب کی تشریح کے بالکل برعکس ہوگی، پہلا جملہ خبریہ کی بجائے انشائیہ ہوگا۔ صحیح ترجمہ یہ ہوگا۔

"خدا ہمیں وہ زمانہ نہ دکھائے جب لوگ علم کو بیویوں کی طرح چھپاتے پھریں۔"

"تخایر" کے اصل معنی بلاشبہ غیرت کرنا ہیں لیکن ترجمہ میں موقع کی مناسبت سے "چھپاتے پھرنا" زیادہ موزوں ہوگا۔ عورتوں کے سلسلہ میں چونکہ عرب نہایت غیرتمند اور حساس واقع ہوئے تھے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کتمان علم کی شدت کو اس سے تشبیہ دی۔ ابن قتیبہ نے بھی یہ اثر کتمان علم ہی کے سیاق میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اسی سے متصل حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی درج کیا ہے(۱)۔

علم لایقال بہ ککنز لاینفق منہ جس علم کی اشاعت نہ کیجائے اس خزانہ کی مانند ہے جس میں سے خرچ نہ کیا جائے۔

---

(۲۳) بعض صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔

"ما بال الناس کانوا اذا ظلموا فی الجاھلیۃ فدعوا استجیب لھم و نحن لا یستجاب لنا وان کنا مظلومین ؟"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:

"کانوا ولا زاجر لھم الا ذالک، فلما انزل اللہ تبارک و تعالی الوعد والوعید والحدود والقصاص والقود وکلھم الی ذلک" (البیان ج ۳ ص ۲۵۶)

اس سوال و جواب کا ترجمہ ڈاکٹر خالدی صاحب کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بعضوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

---

(۱) عیون الاخبار ج ۲ ص ۱۲۶

اب لوگوں کا کیا حال ہے، جاہلی دور میں ظلم ہوتا تھا تو وہ مدد کے لئے پکارتے تھے اور انھیں جواب دیا جاتا تھا۔ اور ہم ہیں کہ پکارتے ہیں مگر جواب نہیں ملتا خواہ ہم مظلوم ہی کیوں نہ ہوں "

" عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ایسے ہی تھے کیوں کہ ان کے یہاں ظلم سے روکنے والی اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہیں تھی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بھلے کاموں پر آخرت میں اچھے بدلے اور برے کاموں پر سزا سے آگاہ کر دیا اور دنیا ہی میں جرموں کی سزائیں مقرر کر دیں قاتل سے بدلہ لینے اور نقصان کی بھرپائی کرنے کے احکام نازل فرما دیے تو ان کو ان (شرعی قانون) کے سپرد کر دیا "

ترجمہ کے بعد مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" صاف مطلب یہ ہے کہ قیام خلافت کے بعد مظلوم کی امداد کرنا اور ظالم کو سزا دینا حکومت کا فرض ہے معاشرت کا انفرادی فرض نہیں ہے کہ وہ عملاً سزا نافذ بھی کرے یہ تو قانون کو انفرادی اختیار پر چھوڑنا ہوا" (اشراق ۹ شمارہ دسمبر ۱۹۷۵ء)

جاحظ نے یہ اثر دعاؤں کے قبول اور عدم قبول کے سیاق میں درج کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے "فدعوا" کا ترجمہ "پکارنا" اور "استجیب" کا ترجمہ "جواب دینا" کیا ہے اور اس سے مراد "معاشرت کا انفرادی فرض" کیا ہے جیسا کہ تشریح میں درج ہے یعنی زمانۂ جاہلیت میں انفرادی طور پر لوگ مظلوم کی مدد کرتے اور ظالم کا ہاتھ پکڑتے تھے مگر اب یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی یہ تشریح صحیح نہیں ہے یہاں دعاؤں کے قبول ہونے اور نہ قبول ہونے کے متعلق سوال ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہوگا۔

" جاہلی دور میں مظلوم کی دعا قبول ہو جاتی تھی مگر اب مظلوم ہونے کے باوجود ہماری دعا قبول نہیں ہوتی اس کا کیا سبب ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس وقت ظلم سے باز رکھنے کی یہی ایک تدبیر تھی مگر اب آخرت میں عذاب و ثواب اور دنیا میں حدود اور قصاص و تعزیرات کے احکام نازل ہونے کے بعد لوگوں کو ان کے حوالہ کر دیا گیا۔"

یہی روایت ابن ابی الحدید نے ان لفظوں میں نقل کی ہے۔

قیل لہ: کان الناس فی الجاھلیۃ یدعون علی من ظلمھم فیستجاب لھم ولسنا نری ذلک الآن۔ قال: لأن ذلک کان الحاجز بینھم وبین الظلم اما الآن فالساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر (۱)

آپ سے بیان کیا گیا کہ جاہلیت میں لوگ ظالم کو بددعا دیتے تھے تو لگ جاتی تھی لیکن اب ہم یہ حالت نہیں دیکھتے، آپ نے فرمایا: اس وقت یہی چیز ان کو ظلم سے محفوظ رکھنے والی تھی، اور اب تو فریاد رسی اور جزا کی جگہ قیامت قرار پا چکی ہے اور قیامت بڑی ہولناک اور تلخ ہے۔

---

(۴۳) کتاب البخلاء کا ایک جملہ ہے:

والقعقاع عربی لیس لمولاہ ان یرغب من طعام العرب الی طعام العجم واراد دوام قومہ علی مثل ما کانوا علیہ (ص ۶۱)

ڈاکٹر صاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

"ایک عرب سردار اپنے ایرانی غلاموں کو عربی کھانے کی ترغیب نہیں دیتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ یہ لوگ اپنی مرغوب غذائیں ہی استعمال کریں" (دانش ۹۹ شمارہ ستمبر ۱۹۷۵ء)

اس ترجمہ میں متعدد فاحش غلطیاں ہیں مثلاً "لمولاہ" کا ترجمہ "ایرانی غلاموں" کیا گیا ہے، جو کسی طرح صحیح نہیں "یرغب" کو ترغیب سے ماخوذ سمجھ کر اس کا فاعل قعقاع کو قرار دیا گیا "یرغب" کے صلات "من" اور "الی" کو نظر انداز کر دیا گیا۔ "ما کانوا علیہ" کا ترجمہ "مرغوب

(۱) شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲ ص ۲۲۰۔

غذائیں" کیا گیا ہے جو اصل الفاظ سے کسی طرح نہیں لگتا۔ انھیں غلطیوں کی وجہ سے عبارت کا مفہوم بالکل الٹ گیا ہے۔ اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا:

" قعقاع نے جو ایک عرب تھے عربی کھانوں کی بجائے عجمی (ایرانی) کھانوں کی جانب اپنے غلام کے میلان کو ناپسند کیا وہ چاہتے تھے کہ ان کی قوم (عرب) اپنی سابقہ حالت ہی پر قائم رہے یعنی عربی کھانے ہی استعمال کرے "

---

(۳۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک حکیمانہ قول ہے۔

" ان یکن الشغل مجھدۃ فان الفراغ مفسدۃ " (النجلار ص ۱۲۳)

ڈاکٹر صاحب نے اس جملہ کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

" اگر مشغولیت و مصروفیت بھلائی کی کوشش ہے تو ظاہر ہے کہ بے کاری بگاڑ و فساد پیدا کرنے وا (اثر ۱۰۳ شمارہ ستمبر ۱۹۷۵ء)

" مجھدۃ کا ترجمہ غلط ہے اس لفظ میں "بھلائی کی کوشش" کا مفہوم کہاں سے پیدا ہوگیا؟ حضرت عمر رض کے قول کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ " اگر مصروفیت میں مشقت ہے تو بے کاری میں فساد ہے "

---

(۳۶) بے کاری ہی کے بارے میں حضرت عمر رض کا ایک دوسرا قول اور ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب کا تر ملاحظہ ہو:

احذرکم عاقبۃ الفراغ فانہ اجمع لابواب المکروہ من الشغل (النجلار ص ۱۲۳)

میں تمہیں بے کاری کی بدانجامی سے خبردار کرنا چا ہوں، یاد رکھو مصروفیت نہ ہونے کی وجہ سے جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں وہ سب اسی کا نتیجہ ہیں (اثر ۱۰۳ شمارہ اکتوبر ۱۹۷۵ء)

" فانہ اجمع " کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب نے صحیح نہیں کیا۔ انھوں نے "اجمع" کو "جمیعا" کے معنی میں حالانکہ اس جملہ میں یہ لفظ اسم تفضیل واقع ہوا ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہوگا۔

" میں تمہیں بے کاری کے انجام سے آگاہ کرتا ہوں اس لئے کہ بے کاری میں مصروفیت سے زیادہ برائیاں ہیں"

شرح ابن ابی الحدید[1] اور ازالۃ الخفاء[2] کی روایت میں "احذرکم" کی بجائے "احذرھا" اور "الشغل" کی بجائے "السکر" ہے یعنی :

"بے کاری کے انجام سے بچو کیوں کہ بے کاری میں نشہ سے بھی زیادہ برائیاں ہیں۔"

---

(۱) شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲ ص ۶۳۹

(۲) ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۰۴

سیرت خیر العباد

زاد المعاد

اس کتاب کی پہلی جلد اور دوسری جلد طبع ہو کر آگئی ہے، مصنف حضرت علامہ ابن قیم جوزی رح۔ اس کا ترجمہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری نے کیا ہے۔ مفتی صاحب نے اس کتاب میں بہت ہی جاں فشانی سے محنت کی ہے۔

مکتبہ برہان دہلی نے اپنے ایک خوبصورت انداز میں کتاب کی جلد دوم کو شائع کیا ہے آپ اس کتاب کا مطالعہ کر کے ہی اس کی علمی شان کو سمجھ سکتے ہیں اور فنی گہرائیوں کا اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ آج ہی آپ اس پتے پر اپنا آرڈر بڑی تعداد میں بھیجیے۔

جلد اول حصہ اول ۔ قیمت غیر مجلد آٹھ روپے

جلد اول ۔ حصہ دوم ۔ " " " " "

جلد دوم غیر مجلد سترہ روپے ۔ جلد سوم ۔ زیر طبع ۔

جنرل منیجر ندوۃ المصنفین ۔ اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶